OPEN ACCESS
Al-SHARQ
ISSN (Online): 2710-2475
ISSN (Print): 2710-3692
www.alsharqjr.com

Al-SHARQ
Vol: 04, Isue:01, Jan-June 2023, pp:81-100

امام سرخسی کے منہجِ استحسان کا تحقیقی جائزہ

A Research on the Method of Istehsan in Imam Sirkhsi's Perspective

Dr Muhammad Atiq ur Rahman
Director Research and Development, Al-Habib Laibrary, Mansehra

Dr. Jan Gul
Thealogy Teacher, Elementary and Secondary Eduction Department, Mansehra

ubmission: 15-04-2023 *Accepted: 15-05-2023* *Published:25-06-2023*

Abstract

Researching from the knowledge capital (books) of the Imams is one of those difficult tasks, in which no two people can disagree. One of the reasons for this is the confusion of words (special words) through which the material is used. (Scientific facts) arranged was done, or another reason for this difficulty is the format of the research material in which the material was arranged; The issues discussed in the ancient madunas are not found in the current situation, as ta'seel has now been included in the Hanafi's minhaj. Which is different from other principled madrasahs and schools of jurisprudence in terms of origin and branch, due to which the researcher has to face a lot of difficulty in understanding the minhaj (point of view) of the Hanafi Imams, even though that research is based on a minor discussion.

When the writer of the paper turned the pages of Imam Abu Bakr Sarkhsi's books with the intention of studying them for their appreciation, he found the "Usul al-Sarkhsi" in his books according to the previous reasons, even though Imam Sarkhsi's The Hanafi imams of the fifth century and their The first of the basic principles of Islamic law is done in Madoonin, but they also did not abandon the style of the principle of taseel due to the differences in the imitation of their imams of jurisprudence and principles. Un coordinated; Especially when If the problems take the form of argumentation in Istishan, then there is delay in the sentences.

CC BY

***Key Words**: Istihsan, Muhj,Sarkhsi - hidden speculation - speculation,Arguments against*

ائمہ متقدمین کے علمی سرمایہ (کتب) سے تلاش و تحقیق ان مشکل و دشوار کاموں میں سے ایک ہے، جس میں کسی دوافراد کو بھی اختلاف نہیں ہو سکتا، اس کی ایک وجہ تو اخلاطِ الفاظ (خاص نوعیت کے الفاظ) ہیں جن کے ذریعے مواد (علمی حقائق) کو ترتیب دیا کیا گیا، یا اس مشکل کا دوسرا سبب ووجہ تحقیقی مواد کا وہ منہج (مخصوص طرز تالیف) ہے جس میں مواد ترتیب دیا گیا؛ قدیم مدونات میں زیر بحث مسائل موجودہ صورت کے مطابق نہیں پائے جاتے، کیونکہ اب حنفیہؒ کے منہج میں تأصیل کو شامل کر لیا گیا ہے جو کہ اصل وفرع کے معاملے میں دوسرے اصولی مدارس و مکاتب فقہ سے مختلف ہے، جس بناء پر محقق کو حنفی ائمہ کرامؒ کا منہج (نقطہ نظر) کو سمجھنے میں کافی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اگرچہ وہ تحقیق معمولی بحث پر ہی مشتمل کیوں نہ ہو۔

جب مقالہ نگار نے امام ابو بکر سرخسی کی کتب سے منہج استحسان کے مطالعہ کے ارادے سے ورق گردانی کی تو ان کی کتب اصول "اصول السرخسی" کو بھی سابقہ وجوہات کے مطابق پایا، اگرچہ امام سرخسیؒ کا شمار پانچویں صدی کے حنفی ائمہ اور ان کے بنیادی اصولوں کے اولیں مدونین میں کیا جاتا ہے، لیکن انہوں نے بھی اپنے ائمہ فقہ واصول کی اقتداء میں تفریع کی بناء پر تاصیل کے اصول کے طرز کو ترک نہیں کیا، کوئی بھی محقق جب ان کی کتب کو بنظر مطالعہ دیکھتا ہے تو مواد کو غیر مربوط؛ خصوصاً جب مسائل استحسان میں مناقشہ کا طرز اختیار کرتے ہیں تو جملوں میں تقدیم و تاخیر پاتا ہے۔

انتخاب موضوع کی وجوہات

اس موضوع کے انتخاب کی درج ذیل وجوہات ہیں:

۱-ائمہ متقدمین کی مدونات اصولیہ کے منہج کو دیکھ کر ان کے اختیار کردہ مناہج کے محل بحث کی نشاندہی کرنا۔

۲-اصول میں حنفی مدونات سے ان کے منہج میں غور و فکر کر کے حنفی منہج کی تشکیل نو کی استعداد پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔

۳- حنفی دلیل استحسان میں امام ابو بکر سرخسی کے منہج کو واضح کرنا، جو کہ اسلامی کی خوبی ہے اور ان کی مدونات کو زندہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ وہ معاصر واقعات (عصری پیش آمدہ مسائل) میں ہمارے لیے بہترین راہنما و معاون ہیں۔

زیر نظر تحقیقی مضمون دو مباحث پر مشتمل ہے:

(۱): امام سرخسی کا تعارف

(۲): استحسان میں امام سرخسی کا منہج

(۱): امام سرخسیؒ کا تعارف

یہ امر نہایت لائق افسوس ہے کہ ہمیں امام سرخسی جیسے عظیم اور جلیل القدر عالم کی سوانح کا تراجم اور سیر کی کتب میں تفصیلی تذکرہ نہیں ملتا، تاہم جن کتب میں ان کی طرف کسی سہل قول کی بھی نسبت کی گئی تو ساتھ ہی ان کے علم وفضل کا اعتراف بھی کیا گیا ہے، اگرچہ ان کی مکمل سوانح سے شناسائی ممکن نہیں تاہم ان کے معاصر وغیر معاصر علماء میں ان کا علمی

مقام مسلم ہے جو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ذیل میں عظیم عالم وامام کے منہجِ استحسان پر روشنی ڈالنے سے قبل ان کی سوانح کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے :

نام ونسبت:

نام الامام الکبیر، الفقیہ، اصولی، مناظر، ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی ہے۔[1] آپ کو شمس الائمہ کے لقب سے شہرت نصیب ہوئی ۔ احناف ائمہ کی ایک جماعت اس لقب سے مشہور ہے۔ جن میں سے آپ کے شیخ شمس الائمہ ابو محمد عبدالعزیز بن احمد الحلوائیؒ، شمس الائمہ محمد بن عبدالستار الکردریؒ مشہور ہیں مگر جب کتبِ احناف میں مطلق شمس الائمہ ذکر کیا جائے تو اس سے مراد امام سرخسیؒ ہوتے ہیں ۔[2] امام سرخسیؒ کے اپنے استاذ کے لقب سے شہرت پانے کی وجہ یہ بنی کہ آپ ان کے وصال کے بعد اپنے بلند پایہ علمی مقام کی بدولت نہ صرف ان کی مسند کے وارث بنے بلکہ ان کے لقب سے ملقب ہو کر شہرت بھی پائی۔[3]

ولادت ونشو ونما:

امام سرخسیؒ کی ولادت خراسان کی بستی سرخس میں سن 400ھ میں ہوئی۔[4] جائے پیدائش کی نسبت سے آپ سرخسی کہلاتے ہیں اور اسی نسبت سے مشہور ہیں ۔آپ کی پیدائش کے کچھ عرصہ کے بعد آپ کے والد فرغانہ کے نواحی علاقہ ماوراء النہر کے شہر اوزجند منتقل ہوگئے ۔[5] پھر وہاں سے خاقان کے شاہی محل میں گئے لیکن جلد ہی انہیں 466ھ میں جیل میں ڈال دیا گیا ، مسئلہ یہ تھا کہ خاقان بادشاہ نے اپنی آزادہ کردہ باندی سے عدت گزارنے سے پہلے ہی نکاح کر لیا انہوں نے اس کے حرام ہونے کا فتوی دیا، پندرہ سال قید میں رہے اور اور جیل ہی میں آپ پندرہ جلدیں مبسوط کی ، دو جلدیں شرح کبیر لامام محمدؒ املاء کروائیں ، جب وہ کتاب الشروط تک پہنچے تو قید سے رہائی ملی ، چنانچہ آپ ربیع الاول 480ھ کو مرغینان چلے گئے وہیں اسی سال جمادی اولیٰ میں شرح کبیر کو مکمل فرمایا۔

سرخس سین اور راء کے فتح کے ساتھ ہے ، مرو اور نیشاپور کے درمیان ایک قدیم شہر ہے ، شہر کا نام کیکاؤس کے زمانے کے ایک جنگجو کے نام ''سرخس'' پر رکھا گیا ، اسی نے اس جگہ کو بنیاد رکھی اور آباد کیا تھا اور ذوالقرنین نے اس بنیاد کو مکمل کیا ، اس شہر کو حضرت عثمانؓ زمانہ میں عبداللہ بن عامر بن کریز کے مقرر کردہ امیر عبداللہ بن حازم السلمی نے فتح کیا تھا۔

تحصیل علم وشیوخ

امام سرخسیؒ نے اپنے زمانہ کے مشہور فقہ کے امام شمس الائمہ ابو محمد عبدالعزیز بن احمد بن نصر صالح الحلوائی (آپ اہل بخارا سے ہیں) سے تمام علوم میں کمال درجہ مہارت حاصل کی۔اور اسی طرح علی القاضی ابی علی الحسین بن الخضر النسفیؒ سے بھی فقہ میں استفادہ کیا۔

سند حدیث میں آپ کے شیوخ میں چند مشہور نام درج ذیل ہیں :

آپ نے صالح بن محمد السجاریس ، ابو عبداللہ الغنجار، اور ابو سہل احمد بن محمد بن مکی بن عجیف الانماطی، اور ان کے علاوہ کئی دوسرے شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا۔

امام سرخسیؒ سے آپ کے کئی معاصر علماء نے بھی استفادہ کیا ان میں سے چند مشہور نام درج ذیل ہیں :

آپ کے ہم نام ابو بکر محمد بن ابی سہل السرخسی ، ابو بکر محمد بن الحسن بن منصور النسفی، اور ابو الفضل بکر ابن محمد بن علی الزرنجری اور کئی دوسرے حضرات رحمهم الله عليهم اجمعين نے بھی آپ سے استفادہ کیا ۔[6]

تلامذہ

امام سرخسیؒ کے مشہور تلامذہ کے اسماء درجہ ذیل ہیں۔

ابو حفص عمر بن حبیب الزندراشی، ابو بکر محمد بن ابراہیم الحصیری ، ابو عمرو عثمان بن علی بن محمد البیکندی البخاری، امام ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی السمعانی، .برھان الائمہ عبدالعزیز بن مازہ، مسعود بن الحسن الکشانی، محمود بن مسعود الشعیبی۔[7]

علمی مقام

امام سرخسیؒ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملت اسلامیہ کے علماء میں بالعموم اور حنفی علماء میں بالخصوص بلند مقام ودیعت فرمایا۔آپ ان اکابر محققین اور علماء میں سے ہیں جنہوں نے فقہ حنفی کی اشاعت وترویج میں عظیم کارنامے انجام دیئے۔آپ کے حالات زندگی بیان کرنے والوں نے لکھا ہے کہ آپ بہترین متکلم ، فقیہ، مناظر ،اصولی اور بہت ذہین تھے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ آپ کا شمار مجتہدین فی المسائل کے طبقہ میں ہوتا ہے۔[8]

حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں کہا ہے کہ :

مُحَمَّد بن أَحْمد بن أبي سهل أَبُو بكر السَّرخسِيّ تكَرر ذكره فى الْهِدَايَة الإِمَام الْكَبِير شمس الْأَئِمَّة صَاحب الْمَبْسُوط وَغَيره أحد الفحول الْأَئِمَّة الْكِبَار أَصْحَاب الْفُنُون كَانَ إِمَامًا عَلامَة حجَّة متكلما فَقِيها أصوليا مناظرا لزم الإِمَام شمس الْأَئِمَّة أَبَا مُحَمَّد عبد الْعَزِيز الْحلْوانِي حَتَّى تخرج بِهِ وَصَارَ أنظر أهل زَمَانه وَأخذ فى التصنيف وناظر الأقران فَظهر اسْمه وشاع خَبره أملأ الْمَبْسُوط نَحْو خمسة عشر مجلدا وَهُوَ فى السجْن بأوزجند مَحْبُوس وَعَن أَسبَاب الْخَلَاص فى الدُّنْيَا مأيوس بِسَبَب كلمة كَانَ فِيهَا من الناصحين سالكا فِيهَا طَرِيق الراسخين ليَكُون لَهُ ذخيرة إِلَى يَوْم الدّين وَ إِنَّمَا يتَقَبَّل الله من الْمُتَّقِينَ وَهُوَ يتَوَلَّى الصَّالِحين[9]

> ترجمہ: صاحب ہدایہ نے محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسیؒ کا ذکر کرتے ہوئے شمس الائمہ الامام الکبیر صاحب مبسوط وغیرہ جیسے القابات کے ساتھ تکرار کیا ہے کہ آپ بہادر اور اصحاب الفنون کے لیے امام، حجۃ، متکلم، فقیہ اصولی مناظر اکابرین سے تھے آپ نے شمس الائمہ ابو محمد عبد العزیز الحلوائی سے تمام علوم اخذ کیے یہاںتک کہ اہل زمانہ کے لیے حیرت نظر ہوئے اور ان میں آپ کو اس قدر مقبولیت نصیب ہوئی کہ آپ کا نام مشہور ہو گیا کہ آپ نے مبسوط کی پندرہ جلدیں اوزجند کے کنویں نما قید خانے میں بحالت قید کلمہ حق کہنے کی وجہ سے اسباب وآرام دنیا سے بے نیاز ہو کر املاء کروائیں۔ کلمہ حق کہنے میں انہوں نے راسخین کی راہ کو اختیار فرمایا تا کہ آخرت تک وہ ان کے لیے ذخیرہ ہو۔ وَ إِنَّمَا يتَقَبَّل الله من الْمُتَّقِينَ وَهُوَ يتَوَلَّى الصَّالِحين ۔

الکفویؒ نے الکتائب میں کہا ہے کہ :

كان اماما ، علامة ، حجة ، متكلما ،فقيها ، مناظرا اصوليا ، مجتهدا عده ابن كمال پاشا من المجتهدين المسائل لازم الشيخ الامام شمس الائمة الحلوائى وتفقه عليه واخذ عنه حتى تخرج به و صار انظر اصحابه واوحد زمانه ثم نقل عن الحصكفى مانصه : شمس الائمة السرخسى من كبائر علمائنا بما وراءالنهر، صاحب الاصول والفروع وهو التلميذ الشيخ الامام عبد العزيز الحلوائى ،وهو تلميذ ابوعلى النسفى ،وهوالتلميذ الامام محمد بن الفضل البخارى ، وهو التلميذ محمد بن الحسن صاحب الامام ابى حنيفه وقال فى آخرترجمته وهو الاستاذ الذى نشر العلم املاء وتذكيرا وتصنيفا والمجتهد الذى احاط العلوم كلاما واصولا وفروعا وجميع الفنون [10]

ترجمہ: امام سرخسیؒ، امام، علامہ، حجۃ، متکلم، فقیہ، مناظر، اصولی، مجتہد تھے ابن کمال پاشا نے انہیں مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے۔انہوں نے شمس الائمہ الحلوائی پر تفقہ کیا اور ان سے فقہ حاصل کی یہاںتک کہ فقہی بن کر فارغ ہوئے تو ان کے اصحاب رشک کرتے اور آپ یکتائے زمانہ ہوئے پھر الکفوی نے حصکفی سے جو انہوں نے کہا نقل کیا ہے کہ شمس الائمہ السرخسیؒ ہمارے ماوراء النہر کے کبار علماء سے تھے وہ اصول وفروع کے ماہر تھے، وہ الشیخ الامام عبدالعزیز الحلوائی کے تلمیذ تھے ، وہ ابو علی النسفی کے تلمیذ تھے، وہ امام محمد بن الفضل بخاری کے تلمیذ تھے، اور وہ تلمیذِ امام محمد بن الحسن صاحب امام ابو حنیفہؒ تھے اور تعارف کے آخر میں کہا ہے کہ امام سرخسیؒ ایسے استاذ ہیں جنہوں علم کی نشر واشاعت املاء، ذاتی یادداشت اور تصنیفات کی اور مجتہد ایسے کہ علوم کا احاطہ علم کلام، اصول وفروع اور تمام فنون سے فرمایا۔

امام سرخسیؒ کے متعلق اس سے ملتے جلتے الفاظ میں ابن قطلوبغا سے طبقات الحنفیہ [11] اور الفوائد البہیہ [12] میں مولانا عبدالحہ لکھنوی نے بھی تاثرات پیش کیے ہیں کہ آپ کی سند عالی قدر اور اتنی بڑی ہے کہ آپ کو ابو حنیفہ اصغر کہا گیا۔آپ تاریخ اور انساب کے بھی عالم تھے۔

کردری نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "الجواہر المضیئۃ فی تراجم الحنفیہ" میں لکھا ہے کہ آپ کا شمار کبار ائمہ احناف واصحاب فنون میں ہوتا ہے آپ فقیہ، اصولی، مناظر تھے۔آپ نے کتب تصنیف فرمائیں، معاصرین سے مناظرے کیے، آپ کو علمی مقام میں کافی شہرت ملی۔ [13]

اسی طرح ملا علی قاریؒ نے آپ کا شمار کبار علماء احناف میں کیا ہے، اپنی کتاب "الاثمار الجنیۃ فی اسماء الحنفیۃ" میں لکھا ہے کہ آپ ہمارے ماوراء النہر کے اصول وفروع کے عالم تھے۔

علامہ شیخ محمد ہبۃ اللہ بعلی فرماتے ہیں کہ:

المبسوط للإمام محمد بن محمد بن أبي سهل السرخسي أحد الأئمة الكبار المتكلم الفقيه الأصولي---وأملى المبسوط نحو خمسة عشر مجلدًا، وهو في السجن بأوزجند---وحيث أطلق " المبسوط "، فالمراد مبسوط السرخسي [14]

مبسوط امام کبیر محمد بن احمد بن ابی سہیل سرخسیؒ کی تصنیف ہے آپ کا شمار اکابر علماء میں ہوتا ہے آپ علم الکلام کے ماہر، علم فقہ کے شناور اور علم اصول فقہ کے زبردست عالم تھے۔۔۔آپ نے اوزجند میں قید کے دوران مبسوط کی پندرہ جلدیں املاء کروائیں۔۔۔کسی کتاب میں مطلقاً مبسوط مذکور ہو تو اس سے مبسوط سرخسیؒ مراد ہوتی ہے۔

رشحات قلم

(1) کتاب المبسوط: یہ آپ کی سب بڑی کتاب جو کہ 30 ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

(2) کتاب فی اصول الفقہ (دو ضخیم جلدوں میں): جو کہ اصول السرخسیؒ کے نام سے مشہور ہے۔

(3) شرح السیر الکبیر (دو ضخیم جلدوں میں)۔ اس کتاب کے متن کی طباعت الگ سے نہیں ہوئی بلکہ امام سرخسیؒ کی شرح کے ساتھ اس کے متن کی بھی طباعت ہوئی ہے۔

(4) شرح مختصر الطحاویۃ (5) شرح الجامع الصغیر للامام محمدؒ (6) شرح جامع الکبیر للامام محمدؒ (7) شرح الزیادات (8) شرح الزیادات الزیادات (9) شرح کتاب النفقات للخصاف (10) شرح ادب القاضی للخصاف (11) اشراط الساعۃ (12) الفوائد الفقہیہ (13) کتاب الحیض۔[15]

وصال

امام شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی الحنفیؒ کے وصال کے بارے میں مؤرخین و مترجمین کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔اس اختلاف کی تین جہتیں ہیں۔

(1) پہلی جہت کے اعتبار سے آپ کے وصال متعلق کہا گیا ہے کہ آپ کا وصال سن 483ھ میں ہوا۔ یہ قول اختیار کرنے والوں نے کشف الظنون کو بنیاد بنایا ہے۔[16]

(2) دوسری جہت کے اعتبار سے آپ کا وصال سن 490ھ میں ہوا۔ یہ قول حافظ عبدالقادر القرشی اور ابن کمال پاشا کا ہے بعد کے مؤرخین و مترجین میں سے اکثر نے ان ہی کی رائے کو اختیار کیا ہے۔[17]

(3) تیسری جہت میں سن وصال کا تعین کیے بغیر ہی کہا گیا ہے کہ آپ کا وصال پانچویں صدی ھجری کی حدود میں ہوا ہے۔الکفوی نے الکتائب میں صرف اسی قول کو ذکر کیا ہے۔[18]

ترجیحی قول: مذکورہ تینوں جہات میں سے سن 490ھ کی جہت کو ترجیح حاصل ہے۔ اس لیے کہ یہ ثقہ قول علماء حنفیہ سے مروی ہے۔اور اس لیے بھی کہ محققین میں سے جس کسی نے بھی امام سرخسیؒ کا تذکرہ کیا ہے انہوں نے اسی قول کو ترجیح دی ہے جیسا کہ ابوالوفا افغانی وغیرہ۔اور اسی طرح ڈاکٹر محمد خلیل العبد نے بھی اپنے رسالہ میں سن 490ھ کے قول کو ترجیح کے ساتھ کیا۔

اسی طرح علامہ مطیعی نے جو رسالہ ابن کمال پاشا کے رد میں لکھا اس میں بھی یہی قول مذکور ہے کہ انہوں نے ہبۃ اللہ البعلی سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام سرخسیؒ کا وصال سن 490ھ میں ہوا۔[19]

(۲): استحسان میں امام سرخسی کا منہج

کلمہ استحسان (حسن) سے باب استفعال کا مصدر ہے اور حسن (خوبصورتی) قبح (بد صورتی) کی ضد ہے ، کتب لغات میں غالب طور پر مادہ (حسن) کے اسی معنی کا لحاظ کیا گیا ہے۔ابن فارس کا قول ہے : حسن کا اطلاق معنوی حسن کے بجائے حسی حسن (جمال) پر ہوتا ہے ، قول ہے کہ (حاء ، سین ، نون) واحد کی اصل ہے اور حسن "خوبصورتی" قبح "بد صورتی" کی ضد ہے) چنانچہ عربی محاورہ میں کہا جاتا ہے : " **رجل حسن** "خوبصورت مرد اور" **وامرأة حسناء ، وحُسَّانة**"خوبصورت عورت ---" **والمحاسن من الإنسان وغيره**" یعنی انسان وغیرہ کے محاسن (خوبیاں)۔[20]

پھر کسی بھی چیز کو صفت حسن سے متصف کرنا بقول امام راغب اصفہانی تین جہت سے ہوتا ہے:

(الحُسْنُ: عبارة عن كلّ مبهج مرغوب فيه، وذلك ثلاثة أضرب)(۱)مستحسن من جهة العقل. (۲)ومستحسن من جهة الهوى.(۳) ومستحسن من جهة الحسّ)[21]

ہر خوش کن اور پسندیدہ چیز کو حسن کہا جاتا ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں(۱) عقل کی رو سے (۲)خواہشات کی رو سے (۳) حس کی رو سے۔امام راغب اصفہانی نے مادہ(حسن) کی تعبیرات میں جو پیش کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مسائل میں (حسن) کی تعریف مختلف ہوتی ہے مثلاً: ایک طبقہ جو کسی چیز کا عقل سے ادراک کرنے والا ہو تو اسے اس کی خوبیوں کو سمجھنے کے لیے غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے،(حسن) کے معنی کا یہی وہ تصور ہے جو استحسان کے مفہوم کے تحت آتا ہے، جہاں تک باقی دو کا تعلق ہے ان میں استحسان کو بالکل دخل نہیں کیونکہ یہ دونوں انسان کی خواہشات ورجحانات کے تابع ہوتی ہیں لہذا ہم اچھائی کو کسی ایک شخص میں محدود نہیں کرسکتے کہ ان میں لوگوں کا اسوہ و قابل اتباع نمونہ مختلف ہوتا ہے، مؤخر الذکر سے وہ امورِ حسیہ مراد ہیں جن کا حواس کے ذریعے ادراک ہوتا ہے۔شاید کہ مادہ(حسن) کی اصل وہی ہے جو ابن فارس نے بیان کی یعنی جمالِ حسی۔اسی بناء پر لغت میں استحسان پر اس کا اطلاق ہوا ہے۔[22]

اسی بناء پر امام سرخسیؒ نے فرمایا: لغت میں استحسان "**وجود الشّيء حسنا**"[23]"جو چیز باعتبار وجود اچھی ہو" کو کہا جاتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ "**الرجل استحسنت كَذَا أَي اعتقدته حسنا**""یعنی آدمی نے اسے اس طرح اچھا کہا یعنی اس نے اچھا اعتقاد رکھا" اس کے بعد رقمطراز ہیں، مقصود یہ ہے کہ : **(طلب الْأَحْسَن لِلِاتِّبَاعِ الَّذِي هُوَ مَأْمُور بِهِ)**[24] ترجمہ: اتباع کے لئے امور میں سب سے بہتر کی تلاش استحسان ہے۔

امام سرخسی کے نزدیک استحسان کی اصطلاحی تعریف

جو ائمہ متقدمین کی مدون علمی و تحقیقی ورثہ سے کسی مخصوص اصطلاح کے مطالعہ کا ذوق پورا کرنا چاہتا ہو، تو یہ ذوق کسی ایک ہی کتاب کے مطالعہ سے پورا نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ جب تک کہ متعدد کتب کے متعدد اوراق کی ورق گردانی نہیں کرتا، اس پر کسی بھی مسئلہ میں امام کی رائے کی واضح صورت منکشف نہیں ہوتی، یہ امر امام سرخسیؒ کی مدونات پر بھی صادق آتا ہے، اگرچہ ان کے پاس متعدد اختصاصات کے لیے متعدد تصنیفات بھی موجود تھیں، لیکن پھر بھی انہوں نے اپنی کتاب کو باقی علوم سے جدا کر کے تخصیص نہیں کی، تو ہم ان کی کتب کو ایک مخصوص طرز ومزاج پر پایا کہ انہوں کتاب کو متفرق علوم سے الگ نہیں کیا، اگرچہ امام سرخسیؒ کی مبسوط فقہ حنفی کا ایک عظیم و ضخیم خزانہ ہے تاہم اس میں الگ سے استحسان کی بحث کی موجودگی

ناظر و قاری کتاب کو محو حیرت کر دیتی ہے۔

بقول امام سرخسیؒ استحسان دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے :

اول: (**العمل بالاجتهاد وغالب الرأي في تقدير ما جعله الشرع موكولاً إلى آرائنا**)[25] ترجمہ: جو احکام، شریعت نے ہماری عقل اور رائے کے سپرد کیے ہیں ان میں اجتہاد اور رائے پر عمل کرنا، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مطلقہ غیر مدخولہ غیر مسمٰی لہا کے لئے متاع کا حکم دیا: (**مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ-حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ**)[26] ترجمہ: اس کے لائق حسب دستور کچھ برتنے کی چیز، یہ واجب ہے بھلائی والوں پر۔اسی طرح شوہر کو بیوی کے نفقہ کا حکم ان الفاظ میں دیا گیا ہے: (**وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ**)[27] ترجمہ: اس پر عورتوں کا کھانا پہننا ہے حسب دستور۔ان آیات میں شرع نے متعہ اور نفقہ کی کوئی مقررہ مقدار بیان نہیں کی بلکہ لوگوں کو کشادہ دستی اور تنگدستی کے مطابق متاع و نفقہ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، جو عرف و تعامل پر موقوف ہوگا، کیونکہ یہاں معروف کی شرط مذکور ہے اور معروف کا فیصلہ استحساناً غالب رائے سے کیا جاتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں: استحسان کے اس مفہوم کی کسی بھی فقیہ نے مخالفت نہیں کی۔

(الثانی): استحسان کی دوسری قسم کی تعریف امام سرخسی فرماتے ہیں: (**هو الدليل الذي يكون معارضاً للقياس الظاهر الذي تسبق إليه الأوهام قبل إتمام التأمل فيه ، وبعد إتمام التأمل في حكم الحادثة وأشباهها من الأصول**)[28] ترجمہ: زیادہ غور و فکر کیے بغیر کسی حکم کے متعلق ذہن میں آنے والے قیاس ظاہری کی دلیل کے برخلاف وہ دلیل جو اشباہ و نظائر میں غور و فکر کے بعد پیش آمدہ مسئلہ میں قوی معلوم ہو وہ استحسان ہے اور اس پر عمل واجب ہے۔

مندرجہ بالا دونوں تعریفات کے تناظر میں درج ذیل نتائج سامنے آئے ہیں :

(۱): امام سرخسیؒ نے تفریع و تاصیل میں احناف کی عمومی عادت کے مطابق تعریف کو مثال کے ساتھ ملا کر ذکر کرتے۔

(۲): تعریف اوّل کے ذریعے استحسان کو دیگر ادلہ شرعیہ سے جدا نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ہر اجتہاد غالب رائے، طمانیت قلب سے حاصل ہوتا ہے، مزید یہ کہ اصول و فروع میں شریعت سے متصادم بھی نہیں ہوتا۔

(۳): جہاں تک تعریف ثانی کا تعلق ہے: تو اسے ایسی قید سے مقید کیا گیا ہے جو جدید کتبِ اصول میں نہیں ملتی وہ یہ کہ: (**الدليل الذي يكون معارضاً للقياس الظاهر**) ترجمہ: (وہ دلیل جو قیاسِ ظاہر سے معارض ہو)، امام سرخسیؒ نے استحسان کو معارض دلیل قرار دیا یعنی جب استحسان کا دائرہ عمل قیاس سے معارض ہو، یہ قید امام سرخسیؒ کے معاصرین کی کتب میں سے کسی کتاب میں مذکور نہیں ہوئی۔

(۴): امام سرخسی کی کتب میں شامل تفریعات فقہیہ کو دیکھ کر معمولی غور و فکر سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ تمام فروعاتِ فقہیہ صرف تعریف ثانی کے تصور کے تحت بیان ہوئی ہیں، تاہم یہ معلوم کرنا ناممکن ہے کہ امام سرخسی نے جو دو تعریفات بیان کیں ان میں کس تعریف پر اعتماد کیا، کیونکہ انہوں نے خود مبنی بر ترجیح تعریف کو واضح نہیں کیا۔ البتہ جب ان کی بیان کردہ تفریعات میں اسے تلاش کیا جاتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا کہ ان کی ہر فرع، اصل پر مبنی ہوتی ہے جو کہ تعریف

ثانی : (**هو الدليل الذي يكون معارضاً للقياس ------- في حكم الحادثة وأشباهها من الأصول**) کے تحت ہی آتی ہے۔

امام سرخسیؒ کی بیان کردہ دونوں تعریفات کی توجیہ کی جاسکتی ہے : اس طرح کہ دونوں تعریفوں میں اتحاد سے ہوگا، کیونکہ یہ دونوں ایک سبب (وجہ) کے لئے دو عمل ہیں، ان کو جمع کرنا بھی ممکن ہے اور ان کے درمیان کوئی تعارض و تضاد بھی باقی نہیں رہتا، اس صورت میں کہ جب دونوں تعریفات کو جمع کر کے یہ کہا جائے : (**فالتعريف الأول: يصف عمل الاجتهاد بكونه إعمال لأغلب ما يترجح الرأي عنده، وذلك بتقديم الدليل الذي يكون معارضاً للقياس الظاهر للقياس الخفي**)[29] ترجمہ : (تعریف اول: میں اجتہاد کے اس عمل کا بیان ہے جسے مجتہد اپنی غالب رائے سے عمل میں لاتا ہے، وہ ایسا اس دلیل کی تقدیم کے سبب کرتا ہے جو قیاس خفی کے سبب قیاس ظاہر کے معارض ہوتی ہے)۔

(۵): جب مبنی بر استحسان دلیل معارض میں غور کیا جائے، تو تعریف میں وہ مذکور ہی نہیں اگرچہ معارض دلیل اور اس کی تمام ذیلی اقسام کو بھی اس میں شامل کرلیا جائے۔

تعریفِ قیاس

چونکہ استحسان کا مطالعہ قیاس کی معرفت پر منحصر ہے لہٰذا تفصیلات کو نظر انداز کرتے ہوئے قیاس کا ضروری و مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے، البتہ قیاس کی تعریف بیان کرنے سے پہلے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ تالیفات امام سرخسی کے منہج کو ان کے استنباطی مناہج واضح کرنے کی غرض سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تالیفات میں ان کا کوئی خاص منہج نہیں، کیونکہ بسااوقات وہ اپنی بحث کا آغاز تعریف سے اور کبھی ان مسائل سے جنہیں وہ اہم مقدمات کے طور پر دیکھتے ہیں سے کرتے ہیں۔ دلیل قیاس کا معاملہ بھی کچھ اسی طرح کا ہے کہ اولاً انہوں نے اس کا تعارف تمہیدی مقدمہ کے طور پر پیش کیا اور جب قیاس کی تعریف پیش کی تو ان فروع کو بیان کیا جو مبنی بر اصل ہیں ان کا قول :

(**وأما المعنى الذي هو المراد بدلالته ، وهو أنه مدرك من مدارك أحكام الشرع ، ومفصل من مفاصله---**)[30] ترجمہ: (جہاں تک اس کی دلالت سے ماخوذ مفہوم کی مراد کا تعلق ہے وہ احکام شرع جاننے کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے اور اس کے مفاصل میں سے ایک مفصل ہے۔

اس بیان کے بعد کلام بسیط کے ذریعے قیاس و استحسان کی فقہی و اصولی حیثیت کو تفصیلی مثال سے واضح کیا اور انہوں نے مثال کا موضوع قائم کرتے ہوئے کہا: "**ما يكون بين العباد مما شرعه من الدعوى والبينات**" یعنی دعوی اور بیّنات سے متعلق بندوں پر شریعت سے جو مقرر کیا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں احکام شرع کو سمجھنے میں رائے کے استعمال کی اجازت دی ہے، احکام شرع اور اس میں اجتہاد (استحسان و قیاس) کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام شرع دیئے ہیں وہ خصومات میں دعووں کی مانند ہیں اور نصوص ان دعووں کی صداقت پر شاہدین کی مانند ہیں، جس طرح خصومات میں گواہوں پر جرح اور ان کی اہلیت پر بحث کی جاتی ہے (کہ وہ عاقل، بالغ اور آزاد ہونے چاہییں)، ان کی شہادت کے رد و قبول کو پرکھا جاتا ہے اور پھر شہادت کے الفاظ پر بحث کی جاتی ہے اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ شہادت کے الفاظ ثبوتِ دعوی کے لیے کافی ہیں یا نہیں، یونہی نصوص کے الفاظ کو جن اصولوں کی بنیاد پر زیر بحث لایا جائے ان میں شہادت کی اہلیت کا پایا جانا ضروری ہے کہ وہ

اس حکم کے لیے موزوں اور اس میں مؤثر ہو سکے۔۔۔ اس میں طالب کی جگہ قائس (مجتہد) ہونا اور مطلوب کا حکم شرعی ہونا اور مقصود کا فروع کے حکم کی طرف متعدی ہونا ضروری ہو۔[31]

امام سرخسی نے تعریف میں قیاس کے تمام ارکان و شرائط کو شامل کیا ہے، اگرچہ وہ اصل میں یا فرع میں بکثرت موجود ہوتے ہیں۔

استحسان کے باب میں جس پر قیاس کا اطلاق کیا جاتا ہے اس سے معروف اصطلاحی قیاس مراد نہیں ہوتا بلکہ عام اصول مراد ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ: ڈاکٹر عبدالمالک السعدی استحسان کی بحث کے اختتام پر کہتے ہیں: (**إذا قال الفقهاء : هذا يثبت استحساناً على خلاف القياس ، فإنهم لا يعنون. بكلمة قياس القياس الاصطلاحي. وهو مماثلة فرع لأصل في الحكم لعلة تجمع بينهما ، بل يريدون بالقياس "القاعدة" أي يثبت على خلاف القاعدة استثناء فيها**)[32] ترجمہ: یعنی جب فقہاء کہتے ہیں: یہ قیاس کے خلاف استحسان سے ثابت ہوا، تو کلمہ قیاس سے قیاس اصطلاحی مراد نہیں ہوتا، جو حکم میں فرع کی اصل سے مماثلت کی وجہ سے ان دونوں میں علت کا جمع ہونا ہوتا ہے بلکہ اس سے وہ "قاعدہ" مراد ہوتا ہے، یعنی جو خلافِ قاعدہ اس میں استثناءً ثابت ہوتا ہے۔

امام سرخسی کا منہج استحسان

استحسان کی وجہ تسمیہ کے متعلق نقطہ نظر

امام سرخسی نے استحسان کی وجہ تسمیہ کو تمہیدی مقدمہ کی صورت میں پیش کیا اور اس میں جو بیان مقصود تھا وہ موضوع سے تقریباً مختلف ہے ان کا قول ہے: اس کو استحسان یعنی قیاس مستحسن اس وجہ سے کہا گیا تاکہ دونوں کے درمیان فرق رہے، دلیل استحسان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: (**يظهر أن الدَّلِيل الَّذِي عَارضه فَوْقه فِي الْقُوَّة فَإِن الْعَمَل بِهِ هُوَ الْوَاجِب فسموا ذَلِك استِحْسَانًا للتمييز بَين هَذَا النَّوْع من الدَّلِيل وَبَين الظَّاهِر الَّذِي تسبق إِلَيْهِ الأوهام قبل التَّأَمُّل على معنى أَنه يمال بالحكم عَن ذَلِك الظَّاهِر لكَونه مستحسنا لقُوَّة دَلِيله وَهُوَ نَظِير عِبَارَات أهل الصناعات فِي التَّمْيِيز بَين الطّرق لمعْرِفَة المُرَاد**) ترجمہ: اس سے معلوم ہوا کہ معارض دلیل قوت میں زیادہ ہوتی ہے تو بایں سبب اس پر عمل واجب ہوتا ہے، اور اس کو استحسان کہنے کی وجہ اس نوع کی دلیل اور اس ظاہری دلیل کے درمیان تمیز کرنے کے لیے ہے کہ جس مفہوم کی طرف ذہن غور و فکر سے قبل اس ظاہری دلیل کے حکم کی طرف مائل ہو، کیونکہ یہ اس دلیل کی قوت کی بناء پر مستحسن ہوا ہے۔

دلیلِ قیاس اور استحسان کے درمیان فرق کی وجہ دو جہتوں میں سے ایک کا عمل پر مرتب ہونے والا اثر ہے، اور اثر میں قوت کی وجہ نص، اجماع یا ضرورت ہوتی ہے۔

امام سرخسی نے استحسان کی وجہ تسمیہ کی دلیل میں دیگر علوم کی بعض اصطلاحات کو بطور استشہاد پیش کیا: اہل نحو کہتے ہیں (**هذا نُصِبَ على التفسير ، وهذا نُصِبَ على المصدر ، وهذا نُصِبَ على الظرف**)، یہ جملے انہوں نے صرف ادواتِ ناصبہ کے درمیان فرق کی وضاحت کے لیے ذکر کیے، اہل عروض کہتے ہیں: (**هذا من البحر الطويل ، وهذا من البحر المتقارب ، وهذا من البحر المديد**)۔[33]

مزید لکھتے ہیں: ہمارے (احناف) علماء نے قیاس واستحسان کی عبارت کا استعمال دو متعارض دلیلوں کے درمیان امتیاز کرنے کے لیے کیا ہے، ان میں سے ایک کو استحسان سے خاص کرنے کا سبب اس دلیل پر عمل کے مستحسن ہونے اور قیاس جلی سے قیاس خفی کی طرف عدول ہے چنانچہ استحسان میں حسن کے معنی موجود ہونے کی بناء پر اس کا نام رکھ دیا، جیسا کہ کلمہ "صلوٰۃ" کے معنی دعا کے ہیں پھر اس لفظ کا اطلاق مخصوص افعال اور اقوال پر مشتمل عبادت پر ہونے لگا کیونکہ اس میں عمومی طور پر دعا ہی ہوتی ہے۔[34]

مبسوط میں قیاس اور استحسان کے درمیان علاقہ (تعلق) کو اس لحاظ سے بیان کیا گیا ہے کہ اسے استحسان ہی کا نام کیوں دیا گیا چنانچہ امام سرخسی فرماتے ہیں: قیاس اور استحسان درحقیقت دو قیاس ہیں ان میں سے ایک جلی (واضح) ضعیف الاثر ہوتا ہے اسے قیاس کہا جاتا ہے اور دوسرا خفی مگر قوی الاثر ہوتا ہے اسے استحسان کا نام دیا جاتا ہے یعنی قیاسِ مستحسن کو اثر کی بناء پر ترجیح دی جاتی ہے نہ کہ ظہور وخفاء کی وجہ سے، جیسا کہ دنیا ظاہر ہونے کے باوجود آخرت کے مقابلے میں ساقط اور مرجوح ہے کیونکہ آخرت کی تاثیر بقاء ودوام اور صفائی و پاکیزگی کے لحاظ سے قوی تر ہے، و اسے اختیار کیا جاتا ہے، (**وهو نظير الاستدلال مع الطرد فإنه صحيح والاستدلال بالمؤثر أقوى منه**) اس کی اصل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (**الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ**)[35] ترجمہ: جو اس کلام الٰہی کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے۔ قرآن مکمل طور پر حسن ہے پھر بھی اتباعِ احسن کا حکم دیا گیا ہے جس کی وضاحت یہ ہے: عورت سر کی چھوٹی سے پاؤں تک عورت (ستر) ہے یہ قیاسِ ظاہر ہے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا" **المرأة عورة مستورة** "پھر ضرورت وحاجت کے پیش نظر اس کے بعض اعضاء کی طرف دیکھنے کی اجازت دی گئی، یہ استحسان ہے کیونکہ اس میں لوگوں کے لیے آسانی ویسر ہے۔[36]

قیاس واستحسان کے درمیان ترجیح

امام سرخسی کی کتب کا ناظر اپنے سامنے ایسے مربوط تانے بانے پاتا ہے، جن کی گرہ کو پہلی نظر دیکھنے والے کے لیے کھولنا ممکن نہیں ہوتا، جو کہ مسائل کا ایک باہم مربوط سیاق و سباق ہے جس پر محقق کو اپنے مقصد تک رسائی حاصل کرنے کے لیے بہت زیادہ غور و فکر اور صبر، نیز نظم و بلاغت پر مشتمل سطور کے درمیان سے عنوان کے استخراج کے قابل ہونا ضروری ہے۔

امام سرخسی نے اس بحث کے موضوع کا آغاز کرتے ہوئے کہا: () ترجمہ: ہمارے بعض متاخرین کا خیال یہ ہے کہ موضع استحسان میں قیاس پر عمل کے جواز کے باوجود بھی استحسان پر عمل کرنا زیادہ مناسب ہے، انہوں نے اسے مؤثر کے ساتھ طرد (علت باقی نہ رہنے کی وجہ سے حکم سے دور ہو جانے) سے تشبیہ دی ہے کیونکہ طرد پر عمل جواز کے باوجود بھی مؤثر کے ساتھ عمل کرنا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔

امام سرخسیؒ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ محض ایک خیال ہے کیونکہ کتب کے اکثر مسائل میں یہ الفاظ مذکور ہیں: "**إِلَّا أَنا تركنَا هَذَا الْقيَاس والمتروك لَا يجوز الْعَمَل بِهِ وَتارَة يَقُول إِلَّا أَنِّي أستقبح ذَلِك وَمَا يجوز الْعَمَل بِهِ من الدَّلِيل شرعا فاستقباحه يكون كفرا فَعرفنَا أَن الصَّحِيح ترك الْقيَاس أصلا فِي الْموضع الَّذِي**

نَأْخُذ بالاستحسان وَبِه يتَبَيَّن أَن الْعَمَل بالاستحسان لَا يكون مَعَ قيام الْمُعَارضَة وَلَكِن بِاعْتِبَار سُقُوط الأضعف بالأقوى أصل "[37] سوائے اس کے کہ ہم نے قیاس کو چھوڑ دیا تو متروک (ترک کیے گئے) پر عمل جائز نہیں ہوتا، اور کبھی وہ کہتے ہیں: "" میرے نزدیک یہ قبیح (ناپسندیدہ) ہے اور شریعت کے مطابق دلائل سے کسی چیز پر عمل کرنا جائز ہو تو اس کو قبیح جاننا اس کی ناشکری ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ: اصولاً قیاس کو اسی جگہ ترک کرنا ہی درست ہوتا ہے جہاں استحسان اختیار کیا جاتا ہے، واضح ہوا کہ استحسان پر اس کے معارض کی موجودگی میں عمل نہیں ہو سکتا، مگر اقوی کی وجہ سے اضعف کے سقوط کا لحاظ کرتے ہوئے۔

کتاب السرقہ میں ان کا قول ہے: اا گر کوئی گروہ گھر میں داخل ہو کر سامان اٹھا کر کسی ایک کی پشت پر رکھ دیا ہو تو وہ اسے گھر سے باہر لے گیا ہو اور باقی اس کے ساتھ نکلے ہوں تو قیاساً خاص طور پر صرف اٹھا کر لے جانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور استحساناً سب کا ایک ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اسی طرح ان کا حدود میں قول ہے: اگر ایک ہی مکان میں زنا کرنے والوں کے متعلق شہود میں اختلاف ہو تو قیاساً مشہود علیہ پر حد قائم نہیں کی جاتی اور استحساناً ان پر حد قائم کی جاتی ہے، یہ معلوم ہے کہ شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے اور معارض کا ادنی درجہ شبہ کا وارد ہونا ہے تو موضع شبہ میں حد قائم کرنا کیونکر مستحسن ہے؟ اسی طرح امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کا قول ہے: استحسان کا تقاضا ہے کہ بچے کا مرتد ہونا درست ہو۔ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ: جب دلیلِ معارض ثابت ہو جائے تو اسلام کا اثبات بڑھ جائے گا اگرچہ اضعف ہو جیسا کہ ہر بچے کا کفر و اسلام کے درمیان پیدا ہونا، تو ارتداد کا حکم مستحسن کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ موجب اسلام کی دلیل موجود ہو۔ لہٰذا ہمیں معلوم ہو گیا کہ جہاں استحسان پر عمل کیا جاتا ہے وہاں حقیقتاً قیاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔[38]

مذکورہ بالا مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ: استحسان کو قیاس پر ترجیح کیوں دی جاتی ہے تو ترجیح کا سبب تاثیر استحسان کی قوت اور قیاس کے ضعیف الاثر ہے۔ اصول میں اس اجتہادی عمل کو دو دلیلوں کے درمیان تعارض کا نام دیا گیا ہے یہ نام: (دو قسموں میں سے ہر ایک کی وضع کا اعتبار کرتے ہوئے نہ کہ کسی ایک موضع میں ان کے درمیان تعارض کی وجہ سے) رکھا گیا ہے۔

استحسان و قیاس کے درمیان تعارض

امام سرخسیؒ نے جس چیز کو تعارض کا نام دیا ہے، عصر حاضر کے علماء نے اسے استحسان کی اقسام سے قرار دیا ہے، یہ دیکھے بغیر کہ توجہ مبذول کرنے والی اشیاء میں تعارض ہے یا نہیں، امام نے استحسان اور قیاس کے درمیان تین قسم کا تعارض بیان کیا ہے، ان میں سے جو قابل ذکر بات ہے؛ ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے جو مثالیں نقل کیں وہ استحسان کی اقسام میں سے ایک قسم ہے جو کہ (قیاس سے عدول ہے)۔

اول: قیاس کو نص کی وجہ سے ترک کرنا: انہوں نے اس کی مثال بیان کرتے ہوئے کہ "اگر روزہ دار بحالت روزہ بھول کر کچھ کھا پی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا" قول کو امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کیا ان قول ہے: اگر لوگوں کا قول نہ ہوتا تو میں روزے کی قضا کا کہتا یعنی ایسا رسول اللہ ﷺ سے مروی اثر کی وجہ سے کہا۔ امام سرخسی فرماتے ہیں: یہ اسی طرح ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ کا جنین کے قصہ میں قول ہے کہ: (لقد كدنا أن نعمل بر أينا فيما فيه أثر)۔ قریب ہے کہ ہم جنین کے

معاملے میں اپنی اس رائے پر عمل کریں جس میں حدیث موجود ہے۔

ثانی: دلیلِ اجماع کی بناء پر ترک قیاس: کسی مسئلہ میں قیاس کے تقاضا کو ترک کر کے قولی یا تعاملی اجماع کی وجہ سے ثابت ہونے والے خصوصی حکم پر عمل کرنا؛ امام سرخسیؒ کا قول ہے: ( ) ترجمہ: قیاس ظاہری کی رو سے کسی معدوم شیئ کا لین دین یا معاہدہ جائز نہیں لیکن عقد استصناع اس کلی حکم سے مستثنیٰ ہے؛ کیونکہ عہد رسالت سے آج تک لوگوں کے متوارث عمل درآمد سے اس معاملہ کے جواز پر اجماع عملی منعقد ہو گیا ہے، جس کا سبب یہ ہے کہ اگر عمومی قاعدہ کی رو سے لوگوں کو عقدِ استصناع سے روک دیا جائے تو لوگوں کو روزمرہ کی ضروریات میں تنگی اور حرج لاحق ہوگا، اسی لیے اسے استحساناً جائز قرار دیا گیا۔

امام سرخسی نے دلیل نص یا اجماع سے معارض قیاس پر دلیل استحسان سے تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے: (جس طرح نص شرعی کے ذریعے قیاسی حکم میں خطاء کی جہت واضح ہونے سے متروک ہو جاتا ہے اسی طرح اجماع وتعامل کے ذریعے بھی قیاس ظاہر میں خطاء کے پہلو کا تعین ہو جاتا ہے اور وہ متروک ہو جاتا ہے)۔

ثالث: ضرورت کی بناء پر ترک قیاس: اس کی مثالیں: جن کنوؤں اور حوض سے ایک خاص مقدار نکالنے ان کی اور اسی طرح ٹب یا کسی برتن میں دھوئے جانے والے کپڑوں کی پاکیزگی کا حکم ہے، قیاس اس جواز کو قبول نہیں کرتا کیونکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جب کسی شیئ پر نجاست وارد ہوتی ہے تو اس سے مل کر اسے بھی ناپاک کر دیتی ہے تو عام لوگوں کی حاجت اور ضرورت کے پیش نظر ہم اس کو ترک کر دیا، چونکہ حرج بذریعہ نص دور کیا گیا ہے، یہاں قیاس اختیار کرنے میں موضع ضرورت میں حرج کا مفہوم پایا جارہا ہے لہٰذا نص کی وجہ سے قیاس متروک ہو گا۔

قیاس پر استحسان کا معیارِ تقدیم وترجیح:

امام سرخسی نے دلیل قیاس پر دلیل استحسان کی تقدیم میں جس معیار کی طرف رجوع کیا وہ ان دونوں کے درمیان بوقت تعارض کا اثر ہے، تو ان دونوں دلیلوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں جن میں سے ایک ظاہر وجلی اور دوسری خفی ہوتی ہے لہٰذا ترجیح و تقدیم اثر کے لحاظ سے ہوئی ظہور وخفاء کے لحاظ سے نہیں، امام سرخسی فرماتے ہیں: **(أحد نوعي القياس ما ضعف أثره وهو ظاهر جلي ، والنوع الآخر منه ما ظهر فساده واستتر وجه صحته و أثره ، واحد نوعي الاستحسان ما قوي أثره وإن كان خفياً ، والثاني ما ظهر أثره وخفي وجه الفساد فيه . و إنما يكون الترجيح بقوة الأثر لا بالظهور ولا بالخفاء ، لما بينا أن العلة الموجبة للعمل بها شرعاً ما تكون مؤثرة ، وضعيف الأثر يكون ساقطاً في مقابلة قوي الأثر ظاهراص كان أو خفياً ، بمنزلة الدنيا مع العقبى)**[39] ترجمہ: یعنی دو متعارض قیاسوں میں سے ایک کی ترجیح بربنائے قوتِ تاثیر ہو گی نہ کہ از روئے خفاء وظہور۔ کیونکہ شرعاً علت وصف واجب العمل ٹھہرتی ہے جو مؤثر ہو اور قوی الاثر قیاس کے مقابلے میں ضعیف الاثر قیاس ساقط الاعتبار ہو گا خواہ وہ ظاہر ہو خفی ہو جیسا کہ دنیا ظاہر ہونے کے باوجود عقبی کے مقابلے میں ساقط اور مرجوع ہے حتی کہ عقبیٰ کی طلب اور دنیا سے اعراض واجب ہے۔

امام سرخسیؒ اپنی عادت کے مطابق تاصیل کو ان قیاسات کو فقہی تفریعات سے ملاتے ہوئے کہتے ہیں: (اس بات کی وضاحت یہ ہے: قیاس کا اعتبار استحسان کی قوتِ اثر کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے، وہی قیاس شکاری پرندوں کے جھوٹے کے

بارے میں مستحسن ہے، شکاری درندوں کے جھوٹے کا ممانعت تناول کی مشترک علت کی بناء پر قیاس شکاری پرندوں کے جھوٹے کے نجس ہونے کا تقاضا کرتا ہے، استحساناً یہ نجس نہیں ہوتا کیونکہ شکاری پرندوں و درندوں سے انتفاع حرام نہ ہونا تخفیف کا سبب ہے، جس سے معلوم ہوا کہ وہ بعینہٖ نجس نہیں، شکاری درندوں کے جھوٹے کے نجس ہونے کی وجہ ان کے تناول کا حرام ہونا ہے کیونکہ درندے اپنی زبان سے پیتے ہیں اور زبان لعاب سے تر رہتی ہے اور لعاب گوشت سے پیدا ہوتا ہے یہ حکم شکاری پرندوں کے متعلق درست نہیں کیونکہ وہ اپنی چونچ سے پانی کھینچتے ہیں نگلتے نہیں، چونچ ہڈی کی ہوتی ہے، مردہ کی ہڈی بھی ناپاک نہیں ہوتی تو زندہ کی ہڈی کیسے ناپاک ہوگی۔

زیر بحث مسئلہ دو تفریعات پر مشتمل ہے جن میں سے ایک جلی اور دوسری خفی ہے جس علت کی بناء پر دونوں مشترک ہوئے، وہ ان کے درمیان پائی جانے والی مماثلت و تشبیہ کی بناء پر ہے کہ وحشی پرندوں اور وحشی درندوں دونوں کو کھانے کی علت حرمت مشترک ہے، لیکن یہاں ایک دوسری علت خفیہ بھی ہے جس کا اعتبار اور اس پر قیاس کرنا ممکن ہے، وہ یہ ہے کہ دونوں قسم کے شکاریوں سے انتفاع ممکن ہے، لیکن سباع الطیر سے بچنا ممکن نہیں ہوتا تو ازراہ استحسان ان کے جھوٹے کو پاک قرار دیا گیا، اس مسئلہ کی تائید میں امام سرخسی کا قول ہے: (پھر اس کی تائید بلی کے جھوٹے کے متعلق بیان کی گئی منصوص علت سے بھی ہوتی ہے؛ کیونکہ شکاری پرندوں کے جھوٹے میں بلوی کا مفہوم ثابت ہے؛ اس لیے کہ وہ ہوا سے نیچے اترتے ہیں جن سے استعمال کے برتنوں کو خصوصاً صحرائی علاقوں میں محفوظ نہیں رکھا جاسکتا، یہ وضاحت ان کے لیے ہے کہ استحسان قیاسی کی نوعیت متعین کرنے میں بعض حضرات کو اشتباہ لاحق ہوا کہ اور انہوں نے اسے تخصیص علت پر مبنی قرار دیا تو امام سرخسیؒ کا قول ہے: استحسان قیاسی کی نوعیت تخصیص علت نہیں بلکہ انعدام علت ہے، لہٰذا تخصیص علت کا قول خطاء پر مبنی ہے، مزید لکھتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ شکاری درندوں کے جھوٹے کے موجبِ نجاست ہونے کا یہ مفہوم ہے کہ ان کے پینے کا آلہ رطوبت کے سبب محل نجاست ہے جو کہ شکاری پرندوں میں مفقود ہے تو انعدام علت کی وجہ سے حکم بھی منعدم ہو جائے گا لہٰذا اس بناء پر کسی شیئ میں علت کی تخصیص نہیں ہوسکتی، اس صورت کے ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے اور اسی طرح انعدام علت میں غور و فکر سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے؛ کیونکہ جس سے بغیر کسی حرج کے بچنا ممکن ہو علت اس سے بچنے کو لازم کرتی ہے، یہ بات ہمیں بلی کے جھوٹے کے متعلق استدلال کو نقل کرنے سے معلوم ہوئی کہ ہر جگہ علت کے بعض اوصاف معدوم ہوتے ہیں اور اگر علت کے مفقود ہونے کے سبب حکم منعدم ہو تو تخصیص نہیں ہوسکتی)۔[40]

قوت اثر کے مسئلہ میں جو وضاحت پیش کی گئی اس سے معلوم ہوا کہ جس حکم کو کسی خاص مسئلہ پر وارد کرنے کا ارادہ ہو تو اس کے الحاق (منسلک کرنے) سے قبل اس کے مشابہ صورت کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے کیونکہ تخمینہ اور اندازے میں ناکامی ہوسکتی ہے اور علت کو تخصیص سے معلق کرنا درست نہیں، کیونکہ فرع اور اصل دونوں میں برابری (مساوات) کا ہونا ضروری ہے تاکہ انہیں منسلک کیا جاسکے، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ان کی تمام توجیہات استحسان کے ثبوت کے لیے ہوں کیونکہ قیاسِ خفی اسی صورت میں مستحسن ہوتا ہے کہ وہ طریقہ کار کے لحاظ سے قیاس ہو، اہل اصول قیاسی منہج پر چلتے ہوئے اصل کو خفی سے منسلک کرتے ہیں اور اس فرع کو منسلک نہیں کرتے جس کا خفی سے الحاق کرنا مقصود ہوتا ہے، جسے "المسکوت عنہ" کی اصطلاح سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے، اور جہاں تک اس کے مستحسن ہونے کا تعلق ہے تو یہ اصل ظاہر کو اصل خفی مستحسن سے منسلک

کرنے میں تقدیم وترجیح ہے۔ قیاس خفی کی تقدیم عموم پر مبنی نہیں بلکہ بعض ایسی صورتیں بھی ہو سکتی ہیں کہ جن میں استحسان پر عمل ممکن نہ ہو اور قیاس کے ذریعے عمل اولیٰ ہو، بقول امام سرخسیؒ کے: (یعنی وہ استحسان جس کا اثر ظاہر ہو لیکن اس میں وجہ فساد مخفی ہو اور اس کے مقابلے میں قیاسِ اصطلاحی کا اثر مخفی مگر فی نفسہ قوی ہو تو ایسے قیاس پر عمل کیا جاتا ہے اور استحسان کو ترک کیا جاتا ہے)[41]۔

استحسان ضعیف الاثر کے مقابلے میں قیاس قوی الاثر پر عمل درآمد اصطلاحا استحسان نہیں کہلائے گا کیونکہ قیاس معمول یہ درحقیقت اصلی اور اساسی دلیل ہے، جب کہ استحسان صرف دلیل عارض وطاریٔ پر عمل سے تعبیر ہے جیسا کہ اوپر کے صفحات میں اشارتاً ذکر ہو چکا۔

کتب فقہ میں قوالاثر استحسان کا تذکرہ تو بکثرت ملتا ہے مگر ضعیف الاثر استحسان کے نظائر کم ہی ملتے ہیں، تاہم امام سرخسیؒ نے تین مثالیں پیش فرمائی ہیں ذیل میں دو مثالوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے:

(۱): امام سرخسی کا کتاب الرھن میں قول ہے: اگر ایک ہی چیز کے متعلق دو آدمیوں میں سے ہر ایک کا یہ دعوی ہو کہ یہ چیز اس کے مالک نے میرے پاس اتنے قرض کے عوض رہن رکھی تھی دونوں نے گواہیاں قائم کر دیں تو استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں کے پاس اس چیز کو رہنِ مشترک قرار دیا جائے لیکن از روئے قیاس ان کی گواہیاں باطل ہو جائیں گی اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک پوری چیز کو اپنے پاس رہن ثابت کر رہا ہے اور ایک ہی مکمل چیز کا دو الگ الگ آدمیوں کے پاس رہن ہونا ممکن نہیں، جبکہ وہ دونوں اس کے متعلق ایک دوسرے کے استحقاقِ رہن کی مزاحمت بھی کر رہے ہیں اس بناء پر اس مسئلہ میں استحسان کی وجہ ظاہر ہونے کے باوصف اثر کے لحاظ سے ضعیف ہے کیونکہ اس میں فساد کی وجہ مخفی ہے جبکہ قیاس کا مخفی اثر قوت کی وجہ سے فوقیت رکھتا ہے لہٰذا استحسان متروک ااور قیاس موجب معمول بہ ہو گا۔[42]

امام سرخسیؒ نے اس اصل کی بنیاد پر قیاس کے استحسان پر تقدیم کا جو جواز پیش کیا ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن میری رائے کے مطابق جو بات قابل غور ہے کہ اس قاعدے کو بیان کرنے کے لیے جو مثال بیان کی ہے وہ محل نظر ہے اس لیے کہ حقداروں کو ان کے حق سے محروم کرنا اس کا کوئی جواز نہیں اگرچہ ان میں سے ایک جھوٹا ہو، اور وہ چیزیں جو تقسیم کو قبول نہیں کرتی ہیں ان کے فیصلے میں حق ظاہر ہونے تک عمل نہ کیا جائے، اس لیے کہ آنے والے وقت میں حقدار ظاہر ہو سکتا ہے، اگر اس کلیہ کی مثال ہی دینی ہو تو یہ زیادہ مناسب ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور وہ عدت کے پورا ہونے تک اس کے گھر میں رہی پھر اسی حال میں اسے کسی اور شخص نے پیغام نکاح دیا تو یہاں دونوں کے درمیان فیصلہ متعذر ہے تو اس مسئلہ کے ساتھ یہ تمثیل زیادہ مناسب ہے۔

(۲): اگر عقد سلم کے فریقین کے درمیان ''مسلم فیہ'' کے ناپ وتول میں اختلاف ہو جائے تو از روئے قیاس دونوں قسم اٹھائیں گے اور استحساناً ''مسلم الیہ'' کے قول کو تسلیم کیا جائے گا اور قسم نہیں لی جائے گی، وجہ استحسان یہ ہے کہ ''مسلم فیہ'' مبیع کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا اس کے ناپ وتول کے متعلق کوئی بنیادی اختلاف نہیں بلکہ فقط مبیع کی صفت وحالت کے متعلق ضمنی اختلاف ہے جو قسم کو لازم نہیں کرتا اور توجیہ قیاس یہ ہے کہ فریقین عقد سلم کے سبب حاصل ہونے والے مال کے استحقاق کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں لہٰذا ان سے قسم لی جائے گی۔ اگرچہ بظاہر یہاں وجہ استحسان قوی اور وجہ قیاس ضعیف

نظر آتی ہے مگر فی الحقیقت قیاس کا اثر مخفی ہے اور اس لحاظ سے قوی ہے، عقد سلم عین مبیع کی طرف اشارہ وروایت کے ذریعے منعقد نہیں ہوتا (کیونکہ عقد کے وقت مسلم فیہ تو موجود ہی نہیں ہوتا) بلکہ مقدار وناپ وغیرہ ایسے اوصاف ہی کے ذریعے طے پاتا ہے لہٰذا مسلم فیہ کے یہ اوصاف ہی عقد سلم میں جوہری اہمیت اور عین کے قائم مقام کی حیثیت رکھتا ہے اور ان کے متعلق اختلاف قسم کا موجب ہے۔ بنابریں استحسان کا اثر قیاس کے مقابلے میں ضعیف ہو جاتا ہے جس کے باعث وہ متروک اور قیاس معمول بہ ٹھہرتا ہے۔[43]

خلاصۃ:

حنفی فقہاء نے بالعموم اور بالخصوص امام سرخسیؒ نے استحسان قیاسی یا زیادہ دقیق تعبیر کی رو سے قیاس خفی کو قوت اثر کا اعتبار کرتے ہوئے دو اقسام میں تقسیم کیا: (۱): قوی الاثر۔ (۲): ضعیف الاثر۔ لیکن اگر ”قوی الاثر“ لفظ کو فنی اصطلاح کے طور پر برتنے کے بجائے اس کے وسیع اور عام معنی میں رکھتے ہوئے، اس کے لحاظ سے تمام انواع استحسان کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ مذکورۃ الصدر انواع وصور میں استحسان قوتِ اثر کے لحاظ سے مزید دو اقسام میں منقسم ہو سکتا ہے کیونکہ قیاس خفی جس طرح بلحاظ علت کے قوی الاثر یا ضعیف الاثر ہو سکتا ہے اسی طرح استحسان مصلحی، عرفی، ضرورت بلکہ استحسان استنادی بھی اپنی سند یا وجہ استحسان کی قوی یا ضعیف تاثیر ہونے کی بناء پر یہ دو حیثیتیں اختیار کر سکتا ہے۔ جس طرح قیاس خفی ضعیف الاثر ہو تو قیاس جلی کے مقابلے مردود ٹھہرتا ہے اسی طرح استحسان اجتہادی واستنادی کی باقی انواع بھی ضعیف الاثر ہونے کی بناء پر مرجوع ومتروک قرار پاتی ہیں جیسا کہ اوپر کی سطور میں اس کا جائزہ پیش کیا جا چکا۔

خاتمہ ونتائج بحث

اس مختصر تحقیق پر مشتمل چند اوراق سے امام سرخسیؒ کے منہج استحسان کے نتائج اخذ کر کے پیش کرنا اور اسی طرح امام سرخسیؒ کے منہج میں کمی تلاش کرنے کی جرات وجسارت بہت مشکل ترین مرحلہ ہے، لیکن کہیں سوئی کے سوراخ برابر جگہ ہمارے گزرنے کے لیے باقی رہ گئی کہ امام سرخسیؒ کے حنفی اصول استحسان کے متعلق منہج کا مختصر تصور پیش کر سکیں۔

(۱): اس اعتراف کے ساتھ کہ: اگرچہ تحقیقی مواد مختصر بحث پر مشتمل لیکن بہت زیادہ نفع بخش ہے، کیونکہ امام سرخسیؒ کی تراث کا جائزہ لینے والا ان کی عجز وانکساری کے زیور اور ان کے میراث میں چھوڑے گئے علمی موتیوں کا قریب سے ادراک کر سکتا ہے۔

(۲): امام کے صبر کے وہ صفحات جو تاریخ کی روشن سطور پر ہمارے لیے رقم ہیں انہوں نے ان کی اِزمائش کو تحفہ میں بدل دیا، ان کی قید کے نتیجہ میں ”کتاب المبسوط“ تالیف ہوئی جو امت کے لیے سب سے عظیم مفید ورثہ بنی، جو مذہب حنفی کا دروازہ، دقیق کنز اور عمیق ماخذ ہے۔

(۳): امام سرخسیؒ کی تصانیف کے اکثر مقامات میں استحسان کے متعلق مباحث میں مناقشہ کا انداز اختیار کیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی اصول میں بھی اور مبسوط میں بھی مبحث استحسان پاتے ہیں، اصول کا ایک بڑا حصہ مناقشہ اور تبصرہ پر مشتمل ہے اسی لیے ہم فقہ واصول، تاصیل وتفریع کے درمیان شدید تداخل پاتے ہیں۔

(۴): استحسان کی بحث کے بہت سے زاویوں مثلاً، لغوی واصطلاحی پہلو پر، استحسان اور قیاس کے درمیان ترجیح و

تعارض کے پہلو پر، قیاس واستحسان کے درمیان معیار ترجیح پر تبصرہ کیا ہے۔

(۵): مقالہ کے مطالعہ کے دوران معلوم ہوا کہ : حنفی مذہب میں جس دلیل استحسان پر انحصار کیا وہ مبنی بر مصلحت ہے اگچہ اس کا اظہار ادلہ کے بغیر کیا گیا ہو، جس کی وضاحت امام سرخسیؒ اور دیگر ائمہ کرامؒ کی بیان کردہ مثالوں سے ہوتی ہے۔

(۶): مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ امام سرخسیؒ جس چیز پر تعارض کا اطلاق کرتے ہیں، عصر حاضر کے علماء اسے استحسان کی ایک قسم قرار دیتے ہیں۔

(۷): امام سرخسیؒ کی بیان کردہ تعریفات میں سے ایک تعریف میں یہ قید شامل ہے: (وہ دلیل جو قیاس ظاہری سے معارض ہو) اس میں انہوں نے قیاس سے تعارض کا ذکر کیا لیکن دلیل کی نوع و قوت اور تعارض کے مقامات کی اشارۃً بھی وضاحت نہیں کی، انہوں دوسری تعریف کے جملہ میں اس امر کی کوئی وضاحت نہیں فرمائی ماسوا اس کے کہ جب انہوں نے کہا: (قیاس اور استحسان درحقیقت دو قیاس ہیں ان میں سے ایک جلی (واضح) ضعیف الاثر ہوتا ہے اسے قیاس کہا جاتا ہے اور دوسرا خفی مگر قوی الاثر ہوتا ہے اسے استحسان کا نام دیا جاتا ہے) یعنی قیاسِ مستحسن کو اثر کی بناء پر ترجیح دی جاتی ہے نہ کہ ظہور وخفاء کی وجہ سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام سرخسی کا مسائل کی ترتیب پر انحصار نہ کرنا ہی ان کا منہج ہے، بلکہ وہ مسائل کے جواب کو اس موضع کے لیے ترک کردیتے ہیں جہاں اشکال ہو تو وہ جو مناسب سمجھتے ہیں جواب دیتے ہیں۔

(۸): امام سرخسی کے منہج سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ استحسان کوئی مستقل دلیل نہیں بلکہ ایک پوشیدہ قیاس ہوتا ہے جس کی اپنی مستقل حیثیت ہوتی ہے، دوران عمل جس میں وہ نموپزیر ہوتا ہے: (ان میں سے ایک کا اثر کمزور اسے قیاس کہتے ہیں اور دوسرے کا اثر قوی اسے استحسان کہا جاتا ہے)۔

(۹): اس سے معلوم ہوا کہ : قیاس مستحسن طریقہ کار کے لحاظ قیاس ہی ہوتا ہے، اصولی قیاسی منہج کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے دونوں (استحسان و قیاس کے) درمیان معمولی فرق کرتے ہیں جو کہ خفی کو اصل سے ملانا ہوتا ہے، وہ فرع مراد نہیں ہوتی جسے ملحق کیا جاتا ہے، بلکہ اسے ''المسکوت عنہ'' کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، جہاں تک اس کے مستحسن ہونے کا تعلق ہے تو وہ ظاہری اصل پر، خفی مستحسن اصل کے الحاق کی ترجیح و تقدیم کا عمل ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

1السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ، **اصول السرخسی**، دار المعرفۃ –بیروت، ج1 ص9- عبد القادر بن محمد بن نصر اللہ القرشی، ابو محمد، محی الدین الحنفی، **الجواہر المضیہ**، میر محمد کتب خانہ –کراتشی، ج2 ص29-

2 القرشی، **الجواھر المضیہ فی طبقات الحنفیہ**، ج2ص29، ابو الفداء زین الدین ابو العدل قاسم بن قُطلُوبغا السودونی، دار القلم – دمشق، ط: الاولی، 1413ھ-1992م، **تاج التراجم**، ص35۔

3السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ، **شرح السیر الکبیر، مقدمہ**، لشرکتہ الشرقیۃ للاعلانات، 1971م، ص12۔

4القرشی، الجواھر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، ج2ص38۔

5 ایضا۔

6 ۔ابو الحسنات محمد عبد الحہ اللکنوی الہندی، **لفوائد البهية في تراجم الحنفية**، طبع بمطبعۃ دار السعادۃ بجوار محافظۃ مصر- لصاحبہا محمد اسماعیل، ط: الاولی، 1324ھ، ص159۔

7 ایضا۔

8۔ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی، **رد المحتار علی الدر المختار**، دار الفکر- بیروت، ط: الثانیۃ، 1412ھ-1992م، ج1ص177۔

9 قرشی، **الجواہر المضیہ**، ج2ص29۔

10 الکفوی الحنفی، **طبقات الکتائب**، مخطوط بدار الکتب المصریہ، نمبر84، ص180۔

11ابن قطلوبغا، **طبقات الحنفیہ**، ص52 ۔

12 عبد الحیی لکھنوی۔**الفوائد البھیہ فی طبقات الحنفیہ**، ص158۔**السعادۃ**، ص186، الکحالۃ، **معجم المؤلفین**، ج3ص67۔

13القرشی، الجواھر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، ج2ص28، بن قُطلُوبغا، تاج التراجم، ص474۔

14 علی جمعۃ محمد عبد الوہاب، **المدخل إلى دراسة المذاهب الفقهية**، دار السلام – القاهرة، ط: الثانیۃ- 1422ھ-2001م، ص125

15 ۔مصطفی بن عبد اللہ القسطنطینی العثمانی المعروف ب-کاتب جلبی، **سلم الوصول إلى طبقات الفحول**، مکتبۃ إرسیکا، إستنبول – ترکیا، ط: 2010م، ج3ص70۔

16 حاجی خلیفۃ، **کشف الظنون عن إسامی الکتب والفنون**، دار إحیاء التراث العربی، ودار العلوم الحدیثۃ، ودار الکتب العلمیۃ)، 1941م، ج2ص1669۔

17القرشی، الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، ص526۔

18 الکفوی، کتاب اعلام الاخبار، ص85، ابن قطلوبغا، تاج التراجم، ص85، القرشی، الجواہر المضیہ، ج2ص29، طاش کبری زادہ، مفتاح السعادۃ، ص186۔الکحالہ، معجم المؤلفین، ج3 ص67۔

19 ایضا۔

[20]۔احمد بن فارس بن زکریاء القزوینی الرازی، ابو الحسین، **مجمل اللغة لابن فارس**، مؤسسۃ الرسالۃ – بیروت، الثانیۃ- 1406- 1986م، ص233۔

[21]۔القرشی، **الجواہر المضیہ**، ج2ص29۔

22 ۔ابوالقاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الأصفهانی، **المفردات في غريب القرآن**، دار القلم، الدار الشامیۃ- دمشق بیروت، ط: الأولی -1412ھ، ص135۔

23۔الحنفی، عبدالعزیز بن احمد بن محمد، علاء الدین البخاری، **کشف الأسرار شرح إصول البزدوی**، دار الکتاب الاسلامی، ج2ص200۔

24۔ محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی، **إصول السرخسی**، دار المعرفۃ- بیروت، ج2ص200۔

25 ۔ایضا۔

26 ۔قرآن کریم(البقرۃ:236)

27 ۔قرآن کریم(البقرۃ:233)۔

28۔ محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی، **إصول السرخسی**، ج2ص200۔

29 ۔ ڈاکٹر مصطفیٰ الزلمی کہتے ہیں: استحسان دو دلیلوں میں سے اقویٰ کی طرف عدول نہیں، جیسا کہ بہت سے اصولیوں کا خیال ہے، بلکہ یہ اس تصور کے برعکس ہے کیونکہ یہ فرض کیا جاتا ہے کہ اصل حکم یا تو عام صریح نص پر مبنی ہے یا پھر فقہاء ائمہ کے ہاں مسلم عام شرعی قاعدہ پر مبنی ہے، کسی بھی استثنائی حکم کی طرف عدول اس لیے نہیں کیا جاتا کہ اس کی دلیل اقوی ہوتی ہے بلکہ واقعہ سے متعلق حکم کی اپنی خصوصیت اور غیر معمولی حالات ہوتے ہیں، اس لحاظ سے کہ اگر اصل حکم کا اطلاق کیا جائے تو وہ ایسے حرج کا جو شرعا قابل قبول نہ ہو کا باعث یا شرعاً مطلوب مصلحت کے خاتمے کا باعث نہ بنے۔

30 ۔ محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی، **إصول السرخسی**، ج2ص144۔

31 ۔محولہ بالا۔

32 ۔ دکتور عبدالملک السعدی، **المناهج الأصولية في الاجتهاد بالرأی فی التشريع الإسلامی**، دار النور، ط: اولی، 1432ھ-/2011م، ص98۔

33۔ محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی، **إصول السرخسی**، ج2ص200۔

34 ۔۔ محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی، **إصول السرخسی**، ج2ص201۔

35القرآن الکریم (الزمر:18)

36 ۔ محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی، المبسوط، دار المعرفۃ—بیروت، 1414ھ-1993م، ج10ص145۔

37 ۔محمد بن احمد ذ بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی، **أصول السرخسی**، ج2ص201۔

38 ۔ایضا۔

39۔ محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی، **إصول السرخسی**، ج2ص203۔

40 ۔ محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی، المبسوط، ج1ص2۔ محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی، **إصول السرخسی**، ج2ص204۔

41 ۔ محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی، **إصول السرخسی**، ج2ص204۔

42 ۔ایضا۔ محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی، المبسوط، ج1ص2۔

43۔ محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی، **إصول السرخسی**، ج2ص206۔